جدید سماجی نظام میں جہیز کا تصور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

1. رضیہ شبانہ
2. فیاض احمد فاروق

Abstract:

Traditions in every nation's individual and collective life are very important culture, character, habits, mental attitudes and way of life has a profound effect on social life. The effects of development of a nation, to prosper and destroy traditions can be seen on any society. To adopt new templates customs reform is evitable. For national development and the welfare of society, it is mandatory according to the changing conditions of the times and customs would be changed, and leaving evil customs and rituals, only good customs are adopted. The nations which do not follow this rule, their ignorance, conservatism and narrow-mindedness, act upon the evil rituals blindly, and stopped her development by implementing hurdles on the way of society to make future black picks.

We see that we have promoted many traditions in our life, Regard less of religion, culture or any system of life, but life's evolution and development is considered most important for the society and social life occupies an important place in the social life of customs the influence is even more recognized. Thus in our society there are many traditions in the modern era, we have adopted ritual of marriage, which is recognized as significant is the dowry ceremony.

In this article, I have tried to explain the concept of dowry tradition in any society, what are Islamic teachings? The practice has a negative impact on society and how we can optimize it.

Key words: i. what is dowry? , ii. Islamic concept of dowry, iii. Causes of dowry, iv. Negative impacts of dowry

1. اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی
2. سابق ریسرچ سکالر، اسلامک ریسرچ سنٹر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ہر قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رسوم و رواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور اس کی تہذیب و ثقافت، اخلاقی عادات، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ کسی قوم کا ترقی یافتہ، خوشحال اور فلاکت زدہ ہونے میں رسوم و رواج کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں اور کسی بھی معاشرہ کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کے لیے رسوم ورواج کی اصلاح ناگزیر تصور کی جاتی ہے۔ قومی ترقی اور معاشرہ کی فلاح بہبود کے لیے یہ لازمیہوتا ہے کہ تغیر زمانہ اور بدلتے حالات کے مطابق رسم ورواج میں بھی تبدیلی لائی جائے اور بری رسموں کو چھوڑ کر صرف اچھی رسمیں اختیار کی جائیں۔ جو قومیں اس اصول پر عمل نہیں کرتی، وہ اپنی جہالت، قدامت پرستی اور تنگ نظری کا شکار ہو کر خود کو تاریکی کے اندھروں میں دھکیل دیتی ہیں اور وہ اپنے معاشرہ کی اصلاح و ترقی میں خود ہی رکاوٹیں پیدا کر کے اپنے مستقبل کو تاریک بنالیتی ہے۔

چناچہ ہم نے اپنی زندگی میں بہت سی رسم و رواج کو فروغ دے رکھا ہے خواہ ان کا تعلق مذہب سے ہو، معاشرت سے ہو، معیشت سے یا کسی بھی نظام زندگی سے متعلق ہو۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ زندگی کی ارتقاء اور نشو کے لیے سب سے زیادہ اہم معاشرہ تصور کیا جاتا ہے اور معاشرتی زندگی کو اہم مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس لیے معاشرتی زندگی میں ہونے والی رسوم ورواج کا اثر و نفوذ بھی زیادہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ چناچہ ہماری معاشرتی زندگی میں بہت سی رسم و رواج ایسی ہیں جن کو ہم نے آج کے جدید دور میں بھی اپنا رکھا ہے ان میں سے ایک رسم جس کو شادی بیاہ کے معاملات میں ضروری سمجھا جاتا ہے وہ رسم جہیز ہے۔

ہمارے معاشرے میں جب کسی بھی لڑکی کی شادی کا ذکر ہوتا ہے تو سب سے پہلے ذہن میں جو خیال آتا ہے وہ رسم جہیز ہے نکاح کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ جہیز کی جاہلانہ رسم ہے جس نے آج پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں ہر روز غیرت کے نام پر بہن، بیٹی کے قتل کی خبریں عام ہیں وہاں جہیز کے معاملے پر ہماری غیرت بالکل بے خبری کی چادر اُوڑھ کر سو رہی ہے اور دور جدید میں ایسا ماحول بنا دیا گیا ہے کہ لڑکی کے والدین اور اولیاء ناقابل بیان بوجھ تلے دبے رہتے ہیں اور گھر کی تمام ضروریات، زینت وآرائش کے تمام ساز وسامان، لڑکے اور لڑکی سے متعلق تمام اشیاء کا بندوبست اوراس کے ساتھ ساتھ لڑکے کے والدین، بھائی، بہن اور دیگر تمام قریبی اعزہ کے لیے بیش قیمت تحفوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے، پھر

مزید براں شادی کے موقع پر عمدہ قیام وطعام کا انتظام لڑکی کے والدین اور ذمے داروں کا فرض قرار دے دیا گیا ہے اور اس میں ادنیٰ کوتاہی ناقابل معافی جرم سمجھی جاتی ہے۔

اسلام جہاں دینِ کامل ہے وہیں ابدی اور عالمگیر بھی ہے اور اس کی تعلیمات میں انتہائی قسم کے امور و معاملات کے بارے میں بھی تعلیمات موجود ہیں اور بڑے سے بڑے مسائل حتیٰ کہ حکمرانی کے گر بھی سکھلائے گئے ہیں۔ خوشی کی تقریبات ہوں یا غمی کے مواقع ہر طرح کے حالات کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ[41]

"جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے ہے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے"۔

یہ جہیز کی مصیبت بھی اپنے ہی ہاتھ کی کمائی ہے جس کو ہر مسلمان برداشت کر رہا ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ سے بے اعتنائی اور ناآشنائی کا نتیجہ ہے جس کو معاشرے کا ہر مسلمان جہیز کے روپ میں ادا کر رہا ہے۔ چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج مسلم معاشرے کو جڑوں سے کھوکھلا کرنے والا سب سے بڑا مسئلہ جہیز کا رواج ہے جس میں چھوٹے بڑے، عالم و جاہل اور گنوار و ترقی یافتہ سب ملوث ہیں ۔ جہاں تک شادی بیاہ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی واضح تعلیمات موجود ہیں جن میں انتہائی سادگی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

خیر النکاح ایسرہ[42]

"بہترین نکاح وہ ہے جو زیادہ آسان و کم خرچ ہو"۔

غرض کم خرچ شادی ہی زیادہ بابرکت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عورت اللہ تعالیٰ کا حسین تخلیقی شاہکار ہے۔ انسان کے لیے قدرت کا بیش بہا عطیہ اور انس وفاء کا پیکر ہے اور جس زن کا وجود اس کائنات کی تصویر میں رنگینیاں لاتا ہے انسان نے

---

41 البقرۃ ۲: ۲۸۶

42 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابو داؤد (مترجم علامہ وحید الزمان) اسلامی کتب خانہ لاہور، کتاب النکاح ،باب فی من تزوج ولم یسم صداقا حتی مات، حدیث نمبر ۲۳۹

اسے ہی اپنے ظلم وستم کیلئے تختہ مشق بنائے رکھا ہے۔ ایام جاہلیت میں جسے یہ اطلاع ملتی کہ اسکے یہاں بچی پیدا ہو گئی ہے اس کا منہ ہی کالا پڑ جاتا تھا اور وہ اس سوچ میں ڈوب جاتا کہ وہ اس بیٹی کو قبول کرلے یا مٹی میں دبا دے۔ قرآن کریم اس کی وضاحت یوں کرتا ہے

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُہُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْہُہٗ مُسْوَدًّا وَّہُوَکَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ہُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ۰ اَلَا سَاۗءَ مَا یَحْکُمُوْنَ[43]

"اور جب ان میں سے کسی کی بیٹی کی خوشخبری دی جائے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہوتا ہے اس خوشخبری کی برائی باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے آیا اسے ذلت قبول کر کے رہنے دے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے دیکھو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں"۔

آج زمانہ ترقی کر گیا ہے اب لوگ بچی کو اس جہانِ رنگ وبو میں قدم ہی نہیں رکھنے دیتے۔ جیسے ہی حمل کا ظہور ہوا، میڈیکل چیک اپ کروانے پر یقین ہو گیا کہ بچی ہے، فوراً اسقاطِ حمل کروالیتے ہیں اور جو ان ستمگروں سے بچ جاتی ہیں ان میں سے کچھ جہیز نہ دے سکنے والے غریب والدین کے گھروں میں ہی مرجھا جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۰ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّــقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (44)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں"۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

---

43 النحل۱۶:۵۸،۵۹

44 الروم۳۰:۲۱

"عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا متاع دنیا کام نکالنے کی چیز ہے اور بہترین کام نکالنے کی چیز دنیا میں نیک عورت ہے"۔[45]

اسلام سے پہلے عربوں میں جہاں اور بہت سی برائیاں پائی جاتی تھیں وہاں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا بھی عام تھا۔ غیرت کے نام پر لوگ اپنی ہی بیٹیوں کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے کہ کوئی انہیں بیٹی کا باپ ہونے کا طعنہ نہ دے۔ اسی طرح بیٹیوں کو باپ کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ اسلام نے نہ صرف عورتوں کا جائیداد میں حصہ مقرر کیا بلکہ بیٹیوں کو اللہ کی رحمت قرار دیا۔

عورت کی یہ حالت صرف عرب کے علاقے تک محدود نہ تھی بلکہ مصر، عراق، روم اور یونان (جسے تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے) میں بھی عورت کو تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ ہندو معاشرے میں بھی عورت کو نہ صرف باپ کی جائیداد سے محروم رکھا گیا بلکہ شادی کے بعد اگر اس کا خاوند فوت ہو جائے تو اسے بھی بعض اوقات اس کے ساتھ آگ میں جلنا پڑتا۔ عورت چونکہ باپ کی وارث نہیں بن سکتی تھی اس لیے والدین بوقتِ شادی حسبِ استطاعت اپنی بیٹی کو "دان" (مالی معاونت) کے نام پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرتے۔ اور جن لڑکیوں کے والدین "دان" کی سکت نہ رکھتے ان کی بیٹیوں کو معاشرہ بیوی کی حیثیت سے قبول کرنے سے عاری تھا۔ دور حاضر میں لوگ سائنس و ٹیکنالوجی اور عصری علوم کے لحاظ سے ترقی تو کر رہے ہیں لیکن تہذیب و تمدن اخلاق و کردار کے لحاظ سے وہ زوال و انحطاط کا شکار ہیں۔ معاشرہ کو تباہ کرنے والی ایک فرسودہ رسوم میں سے ایک جہیز ہے جو شادی کی ایک انتہائی اہم رسم ہے اور موجودہ دور میں جہیز کے بغیر شادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ والدین چاہے امیر ہوں یا غریب انہیں ہر حالت میں اس رسم کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ جہیز آج ہمارے سماج کے لئے ایک بیماری کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس لیے معاشرہ کو اس قبیح رسم سے پاک کرنا اشد ضروری ہے۔

---

45 مسلم، مختصر صحیح مسلم، نکاح کے مسائل، باب دنیا کی بہترین متاع نیک صالحہ عورت ہے، حدیث نمبر ۷۹۷

جہیز کالغوی مفہوم

جہیز لغوی طور پر ''جہز'' سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے سامان تیار کرنا۔ہندی میں اسے ''دان'' یا ''کنیا دان'' کہتے ہیں، جس کے معنی خیرات کے ہیں۔ بعض علاقوں میں ''تل'' بعض مقامات پر ''گھوڑا جوڑا'' بعض جگہ ''جہیز'' کی اصطلاح معروف ہے۔

اگر وسیع معنوں میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہیز عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی اسباب یا سامان کے ہیں۔ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے کہ

الجہاز والجہاز للبیت والمسافر للعروس۔[46]

''گھر، مسافر یا دلہن کا احتیاجی سامان''۔

معلوم ہوا کہ جہاز کے معنی سامان سفر اور سازوسامان کے ہیں جو کسی کی ضرورت ہو۔

علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں

جہاز العروس ولا میت وجہاز ہما ما یحتجان الیہ وکذلک جہاز المسافر[47]

''دلہن اور میت کا جہیز (سامان) وہ ہے جس کی ان دونوں کو ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح مسافر کا جہیز ہے''۔

قرآنِ کریم میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وَلَمَّا جَہَّزَہُمْ بِجَہَازِہِمْ[48]

''اور جب اس نے ان کا سامان تیار کیا''۔

---

46 لوئس معلوف، المنجد (مترجم عبد الحفیظ بلیاوی) مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۷۳

47 ابن منظور، افریقی، لسان العرب، بیروت، دار اصادر الطباعۃ والنشر ۱۹۵۶، ج ۲، ص ۴۰۰

48 یوسف ۱۲:۵۹

لغت کے اعتبار سے عربی زبان کے اس لفظ جہیز کے معنیٰ ہیں ضرورت کے لحاظ سے مختصر سامان مہیا کرنا یا تیار کرنا۔ مردوں کو دفنانے کو تجہیز و تکفین کہتے ہیں۔ اس میں تجہیز لفظ جہیز سے ہی مشتق ہے۔ مردہ چونکہ بے بس ولاچار ہے کفن دفن کا محتاج ہے۔ چنانچہ مردے کو دیئے جانے والی چند اشیاء کو جو کفن خوشبو، کافور وغیرہ پر مشتمل ہوں تجہیز کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہیز دراصل مردوں کو دی جانے والی چیزوں کا نام ہے نہ کہ زندوں کو (ویسے جہیز خور ضمیر کے لحاظ سے مردہ ہی تو ہوتا ہے) اردو زبان میں جہیز اس سامان کو کہتے ہیں جو لڑکی والے اپنی بیٹی کی شادی میں دیتے ہیں۔

علماء لغت کے نزدیک لفظ جہیز کا اطلاق مطلق تیاری، اسباب وسامان اور کسی کے لیے ضروری اشیاء کی فراہمی پر ہوتا ہے اسی وجہ سے سامان جنگ، مسافر کی ضرورت، میت کی تجہیز و تکفین کے لوازمات کی فراہمی نیز شادی کے وقت لڑکیوں کی بنیادی ضروریات کی چیزیں دینے کو جہاز اور جہیز وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عرف عام میں لفظ جہیز کا اطلاق صرف موخر الذکر پر ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے ہاں جہیز اس سازوسامان کو کہتے ہیں جو لڑکیوں کو شادی بیاہ کے وقت میکے سے دیا جاتا ہے۔

اصلاحی طور پر جہیز سے مراد وہ سروسامان ہے جو دلہن کے گھر والے شادی کے موقع پر دلہن کے ساتھ دولہا کے گھر روانہ کرتے ہیں۔

جہیز کی شرعی حیثیت

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جہیز کو نکاح کے لیے ضروری اور لازم سمجھنا ہر گز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ لڑکی کو جہیز نہ دیا گیا تو نکاح ہی نہ ہو گا بلکہ جہیز کی وہ بُری رسم جو ہمارے معاشرے میں رائج ہے۔ لڑکے والے لڑکی والوں سے مطالبہ کرتے ہیں یا خود لڑکی والے لڑکی کیلئے جہیز تیار کر کے اپنی حیثیت سے بھی زیادہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ معاشرہ میں انکی عزت افزائی ہو۔ خواہ اس کے لیے انہیں دوسروں سے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔

حالانکہ تاریخ وسیرت کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا وجود نہ تو عہد رسالت ﷺ اور نہ ہی عہدِ صحابہؓ میں ملتا ہے۔ حقیقت میں یہ خالصتاً ہندوانہ رسم ہے جس میں لڑکی کو شادی کے موقع پر جہیز دے کر اس کے حقِ وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اسے اپنا کر شادی (نکاح) کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔

آج معاشرہ میں جہیز کے روپ میں ساز و سامان لینا شان سمجھا جاتا ہے، جو جتنا زیادہ سرو سامان لے اس کو اتنا ہی کامیاب دولہا سمجھا جاتا ہے، جو شادی میں جتنی زیادہ فضول خرچی کرے گا اس کو اتنا ہی معاشرے میں اونچا مقام دیا جاتا ہے جبکہ شریعتِ اسلامیہ نے شادی بیاہ کے تمام تر اخراجات اور اسکے بعد بیوی بچوں کی تمام تر ذمہ داری، ان کی تمام ضروریات اور ان کے مکمل اخراجات کا بوجھ صرف مرد پر ڈالا ہے نہ کہ عورت پر۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ[49]

"مرد عورتوں پر حاکم ہے اس وجہ سے کہ اللہتعالیٰنے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

واللہ انی لاخشاکْم لِلّٰہِ وَاتقَاکْم لہ لٰکِنی اصْومْ وَافطِرْ وَاصَلِی وَ ارقُدْ وَاتَزَوَّجْ النِّسَاءَ فَمَن رَغِبَ عَن سنتی فَلَیسَ مِنی[50]

"میں تم لوگوں کے مقابلے میں اللہ سے ڈر اور تقوی میں بہت آگے ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں، پس جو کوئی بھی میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ میں سے نہیں ہے"۔

واضح رہے کہ خرچ کرنے والا ہی فضیلت پانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے

الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقۃ و السفلی السائلۃ[51]

---

49 النساء ۳۴

50 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (مترجم: محمد داؤد راز) مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ۲۰۰۴، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر ۵۰۶۳

51 ابوداؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی الاستعفاف، حدیث نمبر ۱۶۴۴

”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے اور اوپر والا ہاتھ دینے والا جبکہ نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے“۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مزاجی کیفیت تبدیل ہوگئی ہے یہاں پر جہیز کی صورت میں مرد عورت سے ساز وسامان لیتا ہے گویا مرد اپنی قوامیت سے دست بردار ہو کر اپنی فضیلت کھو دیتا ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں انھیں پھر ذلیل وخوار ہو کر خود پر عورت کی فضیلت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم مرد کو وضح ہدایات دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً [52]

”اور عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کردو“۔

یہاں بھی مردوں کو حکم ہو رہا ہے کہ اپنی عورتوں کو ان کا مہر ادا کردو اور وہ بھی خوشی سے، نہ کہ عورتوں سے کہا جارہا ہو کہ تم اپنے مردوں کو جہیز دیکر خریدو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کا مقام و مرتبہ واضح کیا ہے۔ اور عورت کے بنیادی ذمہ داریوں کو پورا کرنا مرد کی ذمہ ٹھرایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا [53]

”وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو روزی میں تنگ دست ہے تو وہ اتنا ہی خرچ کرے جتنا کہ اللہ نے اس کو دیا ہے“۔

اس آیت مبارکہ میں بھی مردوں کو اپنی عورتوں پر خرچ کرنے کی تاکید ہو رہی ہے۔ اگر مرد تنگ دست ہو تو بھی اسے ہی اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنے کے لئے کہا جارہا ہے۔ تنگ دستی کے باوجود اپنی عورتوں کے ہاتھوں کو تکنا مردوں کے شایانِ شان نہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اتنی گنجائش ضرور رکھی ہے کہ اگر لڑکی کے والدین یا سرپرست لڑکی یا لڑکے کو بطورِ تحفہ کوئی چیز دینا چاہیں تو ضرور دے سکتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جس طرح سے ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی حضرت

---

52 النساء۴:۵

53 الطلاق،۶۵:۷

زینبؓ کی شادی کے موقع پر انہیں ایک ہار تحفہ میں دیا تھا۔ ایسے ہی اگر لڑکا ضرورت مند ہو تو اسکی مدد کی جاسکتی ہے چاہے وہ رقم کی شکل میں ہو یا سامان ہی کی شکل میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ سب اسے جہیز کی شکل میں نہیں بلکہ بطورِ اعانت دیا جارہا ہے۔

آج کل جس طرح نکاح سے قبل جہیز کے لیے مطالبات ہوتے ہیں اور پھر نکاح کے موقع پر جس اہتمام کے ساتھ اس کی نمائش ہوتی ہے اس کے شرعاً حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

جہیز کی وجوہات

دور جدید میں جہیز ہمارے معاشرے میں ایک بیماری کی شکل اختیار کر گیا ہے اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ آج کے دور میں لوگوں کی حیثیت اور مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو کتنا جہیز دے سکتے ہیں اور شادی پر کتنا خرچ کر سکتے ہیں۔

۲۔ دوسرا لوگ خود بھی اپنی بیٹی کو جہیز دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ والدین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو زیادہ سے زیادہ جہیز دیں تاکہ وہ اپنے سسرال میں پریشان نہ ہو۔

۳۔ لڑکے والے کوشش کرتے ہیں ایسے خاندان میں شادی کی جائے جو ہمیں ہمارے مرتبے کے مطابق جہیز دیں۔ امراء تو اپنی بیٹی کو انتہا سے زیادہ جہیز دیتے ہیں جس کی وجہ سے غریب لوگ بھی اس مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی ناک رکھنے کے لیے ایسے اقدامات کرکے جہیز دیتے ہیں جن کی وجہ سے بعد میں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اب اس دور کا تقاضا ہے کہ جہیز کی اس بیماری سے چھٹکارا پایا جائے مگر اس بیماری سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہو گیا ہے لیکن پھر بھی کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ میرے خیال میں اس رسم کے خاتمے میں نوجوان اپنا بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں اگر تمام نوجوان خود اپنے زور بازو پر جہیز لینے سے انکار کر دیں اور امیر لڑکی والے اگر اپنی بیٹوں کو اتنا جہیز دیں کہ غریب والدین بھی اپنی بیٹیوں کو اتنا جہیز دیں سکے تو کسی حد تک اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ صبیح الدین بقائی رسم جہیز کی اور وجوہ بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

"معاشرے کے اس دور میں جب جہیز کی رسم کی بنیاد پڑی بینک موجود نہیں تھے چنانچہ پس انداز رقم کو طلائی زیورات کی شکل میں تبدیل کرنے کا رواج تھا۔ دیہاتوں میں جہاں موسم کی نیرنگیوں کی بناء پر اچھی اور بری فصلوں کے دور آتے رہتے ہیں کسان اچھی فصل کے دوران بچائی ہوئی رقم کو زیور کی شکل میں تبدیل کر کے تنگی کی مدافعت کی تیاری کر لیتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی جس کی آبادی کا تین چوتھائی حصہ زراعت پیشہ ہے ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ یہ زیور لڑکی کو شادی کے وقت منتقل کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح زیورات جہیز کا حصہ بن گئے اور لوگ محض رسم پوری کرنے کے لیے قرض کا یہ بوجھ بہ خوشی اٹھا لیتے ہیں گویا ایک سماجی طریقہ جو ابتداء میں سہولت تھا پہلے ایک رسم بنا اور پھر ایک لعنت بن گیا"۔(54)

کچھ عرصہ پہلے تک کم عمر شادی کا رواج تھا لڑکے کمائی کے قابل نہ ہوتے تھے اور شادی ہو جاتی تھی۔ چونکہ دولہا ابھی اس قابل نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنی دلہن کی ضروریات کو پوری کر سکے اس لیے لڑکی میکے سے اس قدر کپڑے، آرائشی سامان، روزمرہ استعمال کا گھریلو سامان ساتھ لاتی تھی کہ کئی برس تک خاوند پر اس خرچ کا بوجھ نہیں پڑتا تھا۔ لیکن اب بھی لڑکے اپنی مانگ بڑھانے کی خاطر زائد جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جہیز دراصل شادی سے متعلقہ ایک قبیح رسم ہے اور شادی کے لیے لازمہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے شاید ہی کوئی شادی ایسی ہو جس میں جہیز شامل نہ ہوتا ہو نچلا طبقہ ہو یا اونچا، دیہاتی زندگی ہو یا شہری لازمی طور پر دیا جاتا ہے اور لڑکی والوں کو خواہ وہ کتنے ہی مجبور اور تنگدست کیوں نہ ہوں اس کا بوجھ اٹھانا ہی پڑتا ہے۔ جہیز شادی کا اس قدر اہم جزو ہے کہ اس میں لڑکے والوں کی توقعات کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اس کے بغیر شادی نہیں ہوتی۔ اس لیے لڑکی والے چاروناچار ان توقعات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لڑکے والے بھی رشتے کی مناسبت یا نامناسبت ہونے کا فیصلہ بیشتر اسی معیار پر کرتے ہیں۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب اپنی کتاب Right of Women in Islamic Shariah میں جہیز کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"The custom of dowry appeared in the human society as a necessary evil. Parents of less attractive girls who could not find suitable husbands for their daughters managed to provide dowries along with them. No doubt it made the marriage of such girls attractive but it created many problems for the poor families who could not arrange it

54 بقائی، صبیح الدین، ہمارے معاشرتی مسائل ایک عمرانیاتی جائزہ، شریعت آرٹ پریس کراچی، ص ۶۹

from their honest earning. The results were that they adopted unfair means to meet the demands for dowries for their girls. Even today it is one of the basic cause of corruption in our society and it is generally believed that increase in the price of gold inflates the rate of corruption.[55]

جہیز کی رسم انسانی معاشرے میں ایک لازم برائی کی طرح ظاہر ہوئی۔ کم خوبصورت لڑکیوں کے والدین جو اپنی بیٹیوں کے لیے مناسب شوہر تلاش نہیں کر سکتے ان کے ساتھ جہیز دیتے ہیں۔ بے شک یہ جہیز ان لڑکیوں کی شادی کو پرکشش تو بنا دیتا ہے لیکن یہ ان غریب خاندانوں والوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیتا ہے جو اس جہیز کا انتظام اپنی حلال کمائی سے نہیں کر سکتے۔ پس یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے لیے جہیز کا انتظام کرنے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ آج ہمارے معاشرے میں یہ بدعنوانی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے اور عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ سونے کی قیمت میں اضافہ کی وجہ سے بدعنوانی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہیز کی رسم نے ہمارے معاشرے کو ایک شکنجے کی طرح جکڑ لیا ہے اور والدین اپنی بیٹیوں کے لیے جہیز بنانے کے لیے ہر طرح کے طریقے اختیار کرتے ہیں کیونکہ جہیز شادی کے لیے ایک لازمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جہیز دینے اور مانگنے کی رسم ہمارے معاشرے میں بہت پھیل چکی ہے اور ایک پریشان کن مسئلہ اور اقتصادی برائی کی صورت اختیار کر لی ہے لوگ اس قبیح رسم کی برائی کو جانتے ہوئے بھی اس کی تقلید کرتے ہیں۔

جہیز کی سماجی تباہ کاریاں

جہیز کا مطالبہ کرنا مذہبی و سماجی ہر لحاظ سے برا ہے، جہاں جہاں یہ رسم ہے وہاں لوگ مشکلات سے دوچار ہیں، جہیز کے نام پر اس طرح مطالبات بڑھ گئے ہیں کہ عام آدمی تو کیا متوسط آمدنی والے بھی ان کی تکمیل نہیں کر سکتے۔ ایسے وقت سرپرست پریشانی کے عالم میں یا تو خودکشی جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا سودی قرض حاصل کر کے لڑکے والوں کے مطالبات پورے کرتے ہیں۔ جہیز کے اس قبیح رواج کے سبب کئی لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہوئی ہیں کیونکہ ماں باپ ان کی شادی کے اخراجات کے متحمل نہیں ، اگر لڑکیاں غلط راستہ پر قدم بھی رکھتی ہیں تو ماں باپ انہیں روک نہیں پاتے۔

55 Shahab Rafiullah,Rights of women in Islam,Indus Publishing house 17 Minto road Lahore,p:60

آج ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کی برائیوں نے بسیرا کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے امن وسکون، رواداری، انسان دوستی، الفت ومحبت اور بھائی چارے کی لازوال دولت ختم ہوتی جارہی ہے۔اس لیے آج ہمارے سماج کو جن داخلی برائیوں کا سب سے بڑا چیلنج ہے، ان میں سے ایک "جہیز کی رسم" بھی ہے۔ جہیز ایک خطرناک کیڑے کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سماجی زندگی کی ہڈیوں کو پگھلاتا جارہاہے، جس کا ہمیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ رسمِ جہیز نے اپنے ساتھ سماجی تباہ کاری کا جو نہ تھمنے والا طوفان برپا کیاہے، اس نے برصغیر ہندوپاک کے معاشرہ کا جنازہ نکال دیاہے۔ آج ہمارا معاشرہ جہیز کی وجہ سے جن مصیبتوں میں گرفتار ہے، وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرر رساں پہلوؤں پر محیط ہیں۔ جن کو ہم درج ذیل اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں

ا۔ خانہ تباہی

اگر لڑکی اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز لاتی ہے تو اس کے والدین اس قدر مقروض ہوجاتے ہیں کہ اس سے سبکدوشی کے لیے دن رات ایک کرکے اپنا چین وسکون برباد کرلیتے ہیں۔ اگر جہیز لڑکے والوں کے حسب منشا نہیں ہے تو لڑکی کو بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتاہے اور طعن کی بوچھاڑ کرکے اس کا جینا دوبھر کردیا جاتاہے اگر لڑکی والے طاقتور ہیں تو پھر مقدمہ بازی کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہوجاتاہے جس میں بسا اوقات کتنے ہی گھر تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔

۲۔ مہر کی زیادتی

دور جدید کا سماج جو جہیز کی بیماری میں تو پہلے سے مبتلا تھا اب کثرت مہر کی پریشانیوں سے دوچار ہوتا جارہاہے اس لیے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی غیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر کی ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے جو کہ لڑکے کی حیثیت سے زیادہ اور اس کی طاقت کے باہر ہوتی ہے۔ پھر بھی لڑکے والے اس کو مان لیتے ہیں۔ اگر کوئی عورت مہر کا مطالبہ کرلے تو پھر اس کی خیریت نہیں ہے، شوہر کی ناراضگی اور غصہ کا سامنا تو اس کو کرنا ہی پڑتا ہے اوپر سے ساس، سسر، نند اور دیگر اہلِ خانہ کی جلی بھُنی بھی اس کو سننی پڑتی ہے کیونکہ اس وقت اس کا مطالبہ شوہر اور اس کے اہل خانہ کی ناک اور انا کا مسئلہ بن جاتاہے۔ لہٰذا کوئی بھی عورت ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتی جس سے اس کا گھر برباد ہوجائے حالانکہ مہر

عورت کا شوہر پر بنیادی حق ہے جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے۔ بعض حالات میں زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا بیوی کی بداخلاقی کے باوجود شوہر کثرت مہر کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔

جہاں تک مہر کا تعلق ہے تو آج کل کے جدید معاشروں میں بہت سے خاندانوں میں مہر کی ادائیگی کے حوالے سے کوئی باضابطہ طریقہ کار مقرر نہیں ہوتا حالانکہ شریعت اسلامیہ نے اس کی دو صورتیں واضح فرمادی ہیں کہ ایک مہر معجل (جو فوری ادا کرنا) اور دوسرا مہر مؤجل (جو تاخیر سے ادا کرنا) اور واضح رہے کہ یہ تاخیر بھی صرف اس وقت تک ہے جب تک بیوی مطالبہ نہ کرے اور جب بیوی مطالبہ کرے تو پھر یہ ادا کرنا پڑے گا یا پھر مہر مؤجل میں کچھ شرائط کا تعین کر لیا جائے جن میں مدت کا تعین کو واضح کر دیا جائے۔ ایک اور چیز جو قابل ذکر ہے وہ حق مہر اور دولہا جو دلہن کو تحائف دیتا ہے اس میں فرق نہیں کیا جاتا۔ واضح رہے کہ نکاح کے وقت جس رقم کا تعین حق مہر کی صورت میں ہو گا وہ تو دولہا کو ہر حال میں ادا کرنا ہے خواہ وہ مہر معجل ہو یا مہر مؤجل کی صورت میں ہو اور اس کے ساتھ جو دولہا تحائف دیتا ہے ان کا مہر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے معاشروں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زیور کی کوئی چیز بطور تحفہ دولہن کو دی جاتی ہے اور اسے حق مہر تصور کر لیا جاتا ہے لہذا تحائف اور حق مہر میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ایک اور چیز جس کا واضح ہونا ضروری ہے کہ دوران نکاح مہر کا تعین ہونا چاہیے کہ کیا پورا مہر معجل کی صورت میں ہے یا مؤجل بھی ہے اگر دونوں (مہر معجل اور مہر مؤجل) ہیں تو دونوں کی مقدار کا تعین بھی ضروری ہے مقدار کے ساتھ ساتھ اس کی نوعیت بھی واضح ہو کہ زیور ہے، سرمایہ یا کرنسی ہے۔ دیکھنے میں ایسا بھی آتا ہے کہ دوران نکاح مہر کی کثرت کو بیان کیا جاتا ہے اور اس کی کم مقدار مہر معجل میں درج کی جاتی ہے اور زیادہ مقدار مہر مؤجل میں درج ہوتی ہے جو بعد میں صرف نکاح نامے کی زینت بن کر رہ جاتی ہے اور خواتین کو ان کے اس شرعی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

لہذا ہم کہ سکتے ہیں کہ معاشرے کی خرابی کی تمام تر ذمہ داری انہیں جہیز خوروں پر عائد ہوتی ہے جو معاشرہ کے ناسور ہیں چناچہ لڑکی والوں کو مہر کے معاملہ میں ہوشیار رہنا چاہیے۔ مہر موخر پیسے کی صورت میں قبول نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ پیسوں کی قیمت وقت کے ساتھ کم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ آج پانچ ہزار کا مہر طے کر کے دس سال کے بعد ادا کرے تو اس وقت یہی پانچ ہزار کی رقم پانچ سو کے برابر ہو گی لہذا مہر موخر طے کرتے وقت بنیاد سونے یا چاندی کو بنانا چاہیے جب بھی وہ دے تو اتنی مقدار میں سونا یا چاندی دے یا اس مقدار سونے یا چاندی کی قیمت خرید دیں۔ نیز یہ کہ مہر معجل کی صورت میں فوری ادا کر دیا جائے۔

۳۔ کثرت طلاق

رسم جہیز نے جو ہمارے سماج میں تباہی و بربادی کے دروازے کھولے ہیں، ان میں سے ایک کثرت طلاق ہے۔ اسلام نے ناگزیر حالت میں مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ناجائز مطالبات کو منوانے کے لیے اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

عن محارب قالَ قال رَسُولُ اللّٰہ ﷺ مَا أحَلَّ اللّٰہُ شَیئاً أبغَضَ الیہ مِن الطَلَاقِ[56]

"محارب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے طلاق سے بڑھ کر ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں فرمایا"

۴۔ جہیز کے ڈر سے شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جس جاہلانہ رسم کو ختم کر دیا تھا، آج اس ترقی یافتہ دور میں جس تیزی کے ساتھ شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی کی جارہی ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے۔ ارشادِ باری ہے

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ[57]

"اس زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی"

یہ بات بھی واضح رہے کہ دور جدید میں معاشی خستہ حالی کی وجہ سے خاندانی منصوبہ بندی کے جدید ذرائع اختیار کیے جارہے ہیں حالانکہ قرآن کریم کی واضح تعلیمات ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ[58]

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے"۔

---

56 ابوداؤد، سنن ابو داؤد، کتاب تفریق ابواب الطلاق، باب فی کراہیۃ الطلاق، حدیث نمبر ۲۱۰

57 تکویر۸۱: ۸،۹

58 الانعام۶: ۱۵۱

اس غربت کی اصل وجہ بھی یہی جہیز ہے جس کی وجہ سے ماں کے پیٹ میں لڑکی ہونے کی صورت میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس دنیا میں آگئی تو پھر اس کے اخراجات بھی برداشت کرنا پڑیں گے اور شادی کرنے کے لیے جہیز کے ساتھ ساتھ بہت سامال و متاع خرچ کرنا پڑے گا حالانکہ جس چیز کو ہم نے بنیاد سمجھ لیا ہے شریعت اسلامیہ نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ بقائے نسل انسانی کے لیے مرد و عورت دونوں کو ذمہ دار ٹھہرایا اس معاملہ میں جتنا درجہ لڑکے کا ہے اتنا ہی درجہ لڑکی کا بھی ہے مگر ہم نے ایک جاہلانہ رسم کی وجہ سے اس کو تفریق کا ذریعہ بنا دیا ہے جو اہل علم کے لیے بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔

۵۔ جنسی بے راہ روی

اس ترقی پذیر سماج میں جنسی بے راہ روی میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم کردار ہے، وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جن کے دو بہت بڑے اسباب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکیوں کی مسلسل قتل کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی آتی جا رہی ہے، اور اس کے مقابلہ میں لڑکوں کی تعداد میں دو گنا اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے حالات میں جوانی کی حد کو پار کرنے والے کنوارے نوجوان اپنے جنسی جذبات سے مغلوب ہو کر راستہ چلتے، چوک چوراہے یا جہاں موقع ملے سماج کی عفت مآب بیٹیوں کی عصمت تار تار کرتے ہیں۔ دوسرے بعض غریب لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی کے لیے جہیز اکٹھا کرنے میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اسی درمیان لڑکی حدِ بلوغ کا آنگن چھلانگ چکی ہوتی ہے پھر جب اس کی جنسی خواہشات سر ابھارتی ہے تو بعض لڑکیاں پاکیزگی لٹا کر اپنے دامنِ عفت کو داغدار کر لیتی ہیں، ان میں سے بعض خودکشی بھی کر لیتی ہیں۔

۶۔ لڑکیوں کی کالا بازاری

اس جہیز کی رسم سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت سے والدین اپنی لخت جگر کو بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور انسانی بھیڑیئے انھیں جیتے جی کوٹھوں کی سولی پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات سے آج کل کے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

۷۔ موت کی سوداگری

آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جاتا ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے، روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کرتے ہیں تو جلی حروفوں میں دل دہلانے والی سرخیاں زینتِ نگاہ بنتی ہیں کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگا دیا گیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کر دیا گیا اور فلاں جگہ جہیز خوروں کی ایذا رسانی

سے تنگ آکر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگالیا۔ دخترانِ ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑ تا جارہا ہے، نہ ملک کا قانون ان بے گناہوں کا مداوابن رہاہے اور نہ ہی حقوقِ نسواں کے علم بردار ادارے تحفظ فراہم کررہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی جائے اور میڈیامیں اس کے مضر اثرات کی تشہیر کی جائے تاکہ عوام میں شعور و آگاہی کی فضا پیدا کی جاسکے۔

۸۔ عورتوں کی حق وراثت سے محرومی

رسم جہیز کے پیسے کو حلال بتانے کیلئے بعض لوگ ایک بہانہ یہ بناتے ہیں کہ یہ پیسہ جو ہم لے رہے ہیں لڑکی کا حق ہے۔ لڑکی اپنے والدین کے مال میں وراثت کا حق رکھتی ہے۔ یہ وہی (لڑکی کا ورثہ کا مال) پیسہ ہے جو ہم ڈوری یا جہیز کی شکل میں لیتے ہیں۔ ذراغور کرنے پر پتہ چلے گا کہ یہ کیسا عجیب فلسفہ ہے۔

۱۔ اگر لڑکی کا باپ غریب ولاچار، بے کس و مفلس اور قلاش ہے کیاتب بھی اس کی بیٹی (ایک لاکھ روپیہ کی یا عرف عام میں جہیز) وراثت کا حق رکھتی ہے؟

۲۔ اگر کوئی باپ مالدار اور صاحبِ استطاعت ہوتو بھی کیاضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی وارثت کو تقسیم کردے

۳۔ بالفرض اگر لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کو وراثت کا پیسہ دینا بھی چاہے تو حقدار یعنی لڑکی کو حق پہنچنا چاہیے۔لڑکی کے حق کو لڑکے والوں کازبردستی وصول کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ لڑکی والوں پر ظلم نہیں ہے۔

ہندو لڑکی کے لیے وراثت کا حق تسلیم نہیں کرتے، اس لیے انہوں نے ڈوری اور تلک (رخصتی کے وقت لڑکی کو کچھ دیا جاتاہے تاکہ وہ اس سے منفعت اٹھاسکے) کی رسم ایجاد کرلی، مگر اسلام میں لڑکی بھی وراثت کا حق رکھتی ہے اور وراثت کی تقسیم کا مکمل ضابطہ دیاہے پھر ہندوؤں کے طرز کو اپناناشیوہ مسلمانی نہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ بااثر، دین دار اور قومی جذبہ رکھنے والے ہیں انھیں حتمی طور پر اس جہیز کی لعنت کے خلاف صف آراہوناچاہیے اور خصوصاًنوجوانوں کو اس راہ میں قربانی دینی چاہیے تاکہ جہیز خوروں کے مطالبہ کو آہستہ آہستہ کم کرکے ختم کیاجاسکے اور بہت ساری دوشیزائیں بن بیاہی اپنے والدین کے کمزور کاندھوں پر بوجھ بن کر بیٹھی نہ رہ جائیں۔

ہم جانتے ہیں کہ شادی کے موقع پر بیٹی کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ تحفے کے طور پر کچھ سازو سامان دینا جہیز کہلاتا ہے۔تحفے کا لین دین آپس میں محبت، ہمدردی اور مدد کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے اگر وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر یا مجبوری کے تحت دیا جائے تو محبت کی بجائے اختلافات اور بہت سے مسائل کا سبب بن جاتا ہے جیسے کہ آج کل جہیز دینا، جو کہ کسی ہمدردی محبت یا مدد کے تحت نہیں بلکہ محض ایک رواج کے پورا کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔یہ ان غریب والدین کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے جو کہ جہیز دینے کی حیثیت نہیں رکھتے۔لہٰذا دور جدید میں جہیز کی یہ قبیح رسم معاشرے کے لیے ایک بیماری کی شکل اختیار کر چکی ہے جس سے معاشرے پر بہت زیادہ منفی اثرات پڑرہے ہیں۔

جہیز کے معاشرے پر منفی اثرات

ا۔ لڑکی کی شادی میں رکاوٹ

معاشرے میں جہیز کی رسم کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی کرنا آج کا ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ہر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو دنیا کی ہر خوشی دیں اور اسکی ہر خواہش پوری کریں، لیکن جب بیٹی کی شادی کا وقت آتا ہے تو یہ دنیاوی دکھاوا ان کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔ بہتر جہیز کی تمنا لیے لڑکے کے والدین ان لڑکیوں کی شادی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتے ہیں جن کے والدین اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز دینے کی فرمائش پوری نہیں کرسکتے۔

۲۔ کم جہیز ملنے پر لڑکی کے ساتھ سسرال والوں کا سلوک

اگر والدین اپنی حیثیت کے مطابق بیٹی کو کچھ جہیز دیتے ہیں جو کہ لڑکے والوں کی تمناؤں پر پورا نہیں اترتا تو بیٹی کو ساری زندگی کم جہیز لانے کی وجہ سے سسرال والوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں اور برے سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتی ہیں اور والدین بھی بیٹی سے شرمندہ ہی رہتے ہیں کہ اس کی خوشیوں کو پورا نہیں کرسکے اکثر والدین صرف اسی ڈر سے بیٹیوں کے لئے کسی بھی صورت چاہے ان کو کسی کا قرضدار ہونا پڑے جہیز کا انتظام کرتے ہیں کہ اگر نہ دیا تو لڑکی سسرال کے طعنوں کا شکار ہوگی۔

۳۔ غریب والدین پر بوجھ

جہیز کی رسم نے ان غریبوں کے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے جو خود دو وقت کی روٹی کے متلاشی ہیں نتیجتاً ان کی معصوم بیٹیاں گھر میں بیٹھی رہ جاتی ہیں اور ان کے غریب والدین اپنی بیٹی کو بیاہنے کی تمنا دل میں لیے آخر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

۴۔ دنیاوی دکھاوا اور اسراف زر

جو والدین جہیز دینے کی حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے جہیز کی رسم کو محض دکھاوے اور دولت کی نمائش کا ذریعہ بنا لیا ہے اور لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی جہیز دینے کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جس سے معاشرے میں اسراف زر کا اضافہ ہو گیا ہے۔

۵۔ رقم کے حصول کے لیے غلط ذرائع کا استعمال

جہیز کی رسم کی وجہ سے غریب آدمی کے لیے بیٹی کی شادی بہت بڑی مصیبت بن گئی ہے وہ جہیز کی مطلوبہ مقدار پوری کرنے کے لئے جائز و ناجائز طریقے استعمال کرتا ہے حلال و حرام کی پرواہ کیے بغیر پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے معاشرے پر بہت سے منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔

جہیز کے مطالبہ کی ممانعت

کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بلاضرورت شدیدہ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلائے، حضور اکرم صلی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَسئلَۃَ لاَ تَحِلُّ لِغَنِیٍّ وَلاَ لِذِی مِرَّۃٍ سَوِی اِلاَّ لِذی فَقرٍ مُدقِعٍ اَو غُرمٍ مُفظِعٍ وَمَن سَأَلَ النَّاسَ لِیُثرِیَ بِہِ مَالَہٗ کَانَ خُمُوشًا فِی وَجہِہٖ یومَ القِیَامَۃِ وَرَضفًا یأکُلُہٗ مِن جَہَنَّمَ فَمَن شَاءَ فَلیُقِلَّ وَمَن شَاءَ فَلیکثِر۔[59]

[59] امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی (مترجم: بدیع الزمان) احسان ضیاء پبلیشرز ۱۹۸۸ء، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء من لا تحل لہ الصدق

"مالدار اور سلیم الاعضاء شخص کے لئے مانگنا حلال نہیں ہے سوائے خاک نشین تنگدست کے یا شدید حاجت مند کے اور جو شخص لوگو ں سے مال میں اضافہ کے لیے سوال کرے تو یہ (سوال کرنا)اس کے لیے بروز قیامت اس کے چہرے پر کھروچے اور خراش کی صورت میں ہو گا اور دوزخ کے انگارے کی شکل میں نمودار ہو گا جسے وہ کھائے گا، جس کا جی چاہے وہ اپنے لیے یہ عذاب کم کرے یا بڑھائے"۔

فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ شادی کے موقع پر لڑکی والوں کا لڑکے سے مال کا مطالبہ کرنا مال سُحت ہے جو رشوت کے حکم میں آتا ہے۔ اسی طرح لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا بھی ناجائز و حرام ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [60]

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو"۔

حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو بلند کردار اور اعلی ظرف کا حامل بنایا ہے، آپ نے شخصیتوں کی اس طرح تعمیر کی کہ مانگنے والوں کو عطا کرنے والا بنا دیا۔

ایک صحابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے گھر والوں کی حالت یہ ہے کہ میرے لوٹنے تک بھوک کے سبب ان میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے گی، آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک پیالہ اور ٹاٹ ہے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو 'ان دو چیزوں کو ایک درہم کے بدلہ خرید لے؟ ایک صحابی تیار ہو گئے، آپ نے دوبارہ اعلان فرمایا کہ انہیں دو درہم کے بدلہ کون خریدے گا؟ ایک صحابی نے انہیں دو درہم کے بدلہ خرید لیا، حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ایک درہم سے گھر والوں کے لیے کھانا لے جاؤ اور ایک درہم سے کلہاڑی خرید لو اور جنگل سے لکڑی کاٹ کر فروخت کرو۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے کلہاڑی میں دستہ لگایا، اور فرمایا کہ دس دن کے بعد واپس آنا۔ دس دن کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوئے تو عرض کرنے لگے: اب میری زندگی برکتوں سے مالا مال ہے۔

عَن اَنَسِ بنِ مَالِک رضی اللہ عنہ قال جاءَ رَجُل الی النّبِی ﷺ، فَشَکَا الَیهِ الفَاقَةَ، ثُمّ رجع فَقَال لَهٗ: انطَلِق حتیٰ تَجِدُ مِن شَیءٍ قال. فَانطَلَقَ فَجَاءَ بِحِلسٍ وَقَدَحٍ، فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰه ﷺ، هَذَا الحِلسُ، کَانُوا

---

60 النساء ۵:۲۹

ے فترِشُونَ بَعضَہٗ وَیَلبسّونَ بَعضِہِ وَھَذَا القَدَحُ کَانُوا ےشرِبُونَ فِیہِ .فَقَال رسول اللہ ﷺ مَن یخُذھَما مِنی بِدِرھَمٍ فَقَالَ رَجُل: أَنَا یا رسول اللہ ﷺ، فَقَالَرسول اللہ ﷺ من یزیدُ عَلیَ دِرھَمٍ؟ فَقَالَ رَجُل أَنَا آخُذُھُمَا بِاثنینِ، فقَالَ ھُمَا لَک .قال فدعاالرّجُلِ فَقَال لَہ اشتَرِ بِدِرھَم فأسا وبدرھمٍ طَعَامًا لاأھلِک[61]

غور طلب بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسی نازک حالت میں بھی صحابی کو مانگنے کی اجازت نہیں دی بلکہ محنت کرکے اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی تعلیم دی۔ جہیز دینے کی رسم اتنی عام اور ضروری ہوگئی ہے کہ لوگ جہیز کے بغیر شادی کو مکمل ہی نہیں سمجھتے اور اس رسم نے ایسے شکل اختیار کرلی ہے کہ ایک پریشان کن معاشرتی مسئلہ اور اقتصادی خرابی بن گئی ہے۔لوگ یہ تو محسوس کرتے ہیں کہ یہ رسم کس قدر برے نتائج کی ذمہ دار ہے اور اس کی اصلاح کرنا ضرری ہے لیکن معاشرتی دباؤ اور عزت کے غلط تصور کی بناء پر سب اس رسم کی تقلید کرتے ہیں۔

جہیز ایک ایسی معاشرتی برائی بن گئی ہے جس کی وجہ سے لوگ معاشی طور سے بہ زیر بار ہو رہے ہیں، قرض لیتے ہیں، جائداد رہن رکھتے ہیں اور عمر بھر قرض معاشی پریشانی کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے بہت سے علاقوں مین لڑکی کی پیدائش کو معیب سمجھا جاتا ہے۔جہیز دینے کی رسم محض روایات پر مبنی ہے اس لیے یہ نقصان رساں بن گئی ہے اور اس کو شادی کا سب سے اہم حصہ اور خاندان کی عزت کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔چناچہ لوگ محض نام کے لیے اپنی حیثیت سے بھی زیادہ جہیز دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے مستقل طور پر معاشی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شادی سادگی اور خوشی سے طے ہونی چاہئے مگر جہیز کی لعنت سے غریب والدین شدید پریشان ہوتے ہیں اور بیٹیوں کی پیدائش کو رحمت سمجھنے کے بجائے زحمت سمجھتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ جہیز کی رسم کے خلاف سیاسی اور مذہبی سطح پر مہم کا آغاز کیا جائے۔جہیز مانگنے سے بھیک مانگنا بہتر ہے اگر لڑکی سے جہیز کے بجائے شرم وحیا اور احترام مانگا جائے تو ہمارے معاشرے کیلئے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔اگر نوجوان تیار ہو جائیں کہ وہ ہرگز جہیز کا مطالبہ نہیں کریں گے تو قریب ہے کہ سماج سے جہیز کی لعنت دفع ہو جائے گی اور ایک صالح معاشرہ قائم رہے گا۔

---

61 البیہقی، ابو بکر احمد بن علی بن الحسین، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج۷، ص۳۹

خلاصہ بحث

تمام بحث کی مفصل وضاحت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اس رسم بد کا خاتمہ چاہتا ہے، تاکہ نکاح کا عمل آسان ہو سکے، سماج کے افراد تنگی، پریشانی، معاشی بحران اور معصیت کی ہر لعنت سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر ہر لڑکا اپنی شادی کے وقت یہ کہہ دے کہ اُسے لڑکی والوں سے کچھ نہیں چاہئے تو اس رسم کے ختم ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ لڑکی کے گھر والوں کو بھی اس بات کا احساس کرنا پڑے گا کہ اگر آج وہ اپنی بیٹی کو جہیز دینے سے انکار کردیں تو کل ان کی بہن بیٹی بھی آسانی سے اپنے پیاگھر سدھارے گی اور دوسروں کی بھی۔ ہمارے معاشرے کی بھلائی اسی میں ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں جتنی جلدی ہو سکے جہیز کی اس لعنت کو ختم کردینا چاہئے۔

موجودہ دور میں جہاں تعلیم عام ہوتی جارہی ہے لوگوں میں شعور آتا جارہا ہے پر پھر بھی جہیز کی لعنت بڑھتی ہی جارہی ہے باوجود اس کے کہ سب سمجھتے ہیں کہ یہ ایک اچھا عمل نہیں ہے۔ معاشرے کو جہیز اور اس جیسی بری لعنتوں سے پاک کرنا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ اس قبیح رسم کی وجہ سے کوئی بیٹی بن بیاہی نہ رہ جائے اور کوئی غریب باپ اس بات کی حسرت لئے اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائے کہ وہ بیٹی کی شادی کا فرض پورا نہ کرسکا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کردار لڑکے اور اس کے والدین کا بنتا ہے کہ وہ لڑکی والوں کو جہیز دینے سے سختی سے منع کریں۔ جہیز کی لعنت پر قابو پانے کیلئے ایسے سخت قوانین وضع کئے جائیں جس سے جہیز کے لین دین کو روکنا ممکن ہو سکے۔ حکومت وقت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس برائی کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کرے۔

سفارشات

نام ونمود اور نمائش کی خاطر بہت زیادہ جہیز دینے والے لوگ نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسرون کے لیے بھی مشکلات پیدا کرتے ہیں اور بری مثال قائم کردیتے ہیں اور جہیز دیتے وقت اس ک نمائش کی جاتی ہے اس رسم کی وجہ سے لوگ اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز دے کر برادری میں سرخ رو ہوں اور اپنی بڑائی کا اظہار کریں اس لیے جہیز کی نمائش ایک بری رسم بن گئی ہے جس کو حل کرنے کے لیے مؤثر اور موزوں تدبیریں اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور اس سے معاشرے کی کئی

خرابیاں اور دشواریاں ختم ہو جائیں گی۔ لہذا اس رسمِ جہیز کو مٹانے کے لئے ضروری ہے سب لوگ مل کر اس کے لیے عملی اقدامات کریں جس کے لیے چند تجاویز یہ ہیں:

۱۔ قانون وراثت کو فافذ کیا جائے، عورت ماں ہے یا بہن، بیٹی ہے یا بیوی، ہر کسی کو اسکا جائز شرعی حق دیا جائے جس کی تفصیل قرآن وسنت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۔ مفتیان کرام جہیز کی شرعی حیثیت کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں جنہیں تمام موجودہ ذرائع ابلاغ (Media) کے ذریعے عوام تک پہنچایا جائے۔

۳۔ اہل دانش (Scholars) اور مصلحین (Reformers) کو اپنی تحریر وتقریر میں جہیز کے نقصانات کو اپنا موضوع بنانا چاہیے۔

۴۔ میڈیا(پرنٹ، الیکٹرانک، ٹاک شوز اور مارننگ شوز) میں جہیز سے متعلق شعور و آگاہی کی مہم چلائی جائے۔

۵۔ ذرائع ابلاغ (Media) سے متعلقہ لوگ اپنا رول ادا کریں اور جہیز کی قانونی وشرعی حیثیت لوگوں کو بتائیں بلکہ اس کے خلاف لوگوں کی ذہن سازی اور رائے عامہ کو ہموار کریں۔

۶۔ اس کام میں سکولز کالجز اور دیگر تعلیمی اداروں کے ماہرین تعلیم تعلیمی نصاب میں مناسب مواد شامل کر کے بڑا حصہ ڈال سکتے ہیں اور اساتذہ اپنے طلباء وطالبات کو اسی نہج پر تیار کریں تو یہ مرحلہ بہت آسان ہو سکتا ہے۔

۷۔ دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ملکی و قومی سطح پر جہیز کے مطالبے کو قانونی طور پر جرم قرار دیا جائے اور اسے فروغ دینے یا جہیز لینے اور دینے والوں کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے اور ان پر سزا نافذ کی جائے۔ کچھ لوگوں پر سزا نافذ کر دی گئی تو وہ دوسروں کے لیے باعثِ عبرت ہو جائے گی۔

۸۔ جہیز کے خاتمے کے لیے قانون سازی ہونی چاہیے اور اس قانون کو سختی سے نافذ بھی کیا جائے

۹۔ تعلیمی ادارون اور سول سوسائیٹی میں جہیز کے برے اثرات پر سیمنارز کا اہتمام کیا جائے

۱۰۔ مسلم معاشروں سے ہندوآنہ اور جاہلانہ رسوم کے خاتمے کے لیے اخلاقی اقدار کو عام کیا جائے

۱۱۔ ہر صاحب اقتدار اور صاحب شعور اس رسم کے خاتمے کا آغاز اپنی ذات سے کرے اور پھر اپنے سرپرست لوگوں کو اس طرف مائل کیا جائے